OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828; pISSN: 2519-6480
Vol.12 Issue 13 June 2023

حالات و مکان کی بنیاد پر احکام و فتاویٰ کی تبدیلی، فقہی و قانونی مطالعہ

VARIATIONS IN SHARIAH RULINGS ACCORDING TO PLACE AND TIME, A SHARIAH AND LEGAL STUDY

Dr. Ahmad Ali Badat
Lecturer: Govt. Graduate college of Science
Dr. Hafiz Khalid Mahmood
Lecturer: Sheikh Zayd Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore.

Abstract: Islam is the ultimate religion that is based on natural way of life, is complete and has the seal of finality by Almighty Allah Himself. There is no doubt that Islam is the only way of life that will lead to successes not just in this life but in the Hereafter as well. The teachings in Islam are as current and relatable today as they were 1400 years ago and will continue to be so. The changes in human societies are natural phenomenon and have existed throughout the history of mankind. The context, circumstances, needs and outlook of human societies have evolved. It is therefore important that the religious rulings also change.

The Shariah rulings are of two types: 1. Variable Shariah rulings and 2. Non-variable Shariah rulings. The latter type includes all the prayers, duties and responsibilities, decrees for punishments as explicitly cited in Shariah. These also include all the rulings that have licit citation and those rulings that have a unanimous approval.

The variable Shariah rulings include, a. All those rulings that do not have any licit citations; b. All those rulings that are open for interpretation according to the changing context and circumstances of that era and society; c. All those penalties and sentences that are subject to the discretion of the judge and ruling authority of that time and place, so that the decision is based on societal context and needs.

This study will be an in-depth analysis of the variable Sharia rulings that have evolved over time and the various circumstances in the societies that led to those changes.

جب اسلام ایک عالمگیر اور ابدی دین ہے تو اس میں لامحالہ ان جدید مسائل کا حل بھی ضروری ہے جو حالات کے تقاضوں کے پیش نظر نئی تعبیر اور تشریح کا تقاضا کرتے ہیں اور غیر بیان شدہ مسائل نئی ہدایت اور راہنمائی کے بھی منتظر ہیں۔

قرآن و حدیث کے احکام میں تو کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور وہ ہمیشہ اسی تفصیل کے ساتھ باقی رہیں گے؛ لیکن اجتہادی احکام کی بنیاد بعض اوقات وقتی حالات، عرف و عادات اور موجودہ آلات و وسائل پر ہوتی ہے، ایسے فتاویٰ پر بدلتے ہوئے حالات کا اثر پڑتا ہے، اسلامی قانون میں بعض حصوں کا ہمیشہ اپنی حالت پر قائم رہنا جہاں اس کو استحکام اور عدل و انصاف قائم کرنے کی صلاحیت فراہم کرتا ہے تو دوسری طرف فقہ و فتاویٰ میں اپنے عہد کی تبدیلیوں کو قبول کرنے کی صلاحیت اس کو ہر عہد میں قابل عمل بنائے رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

حالات و مکان کی بنیاد پر مسائل کے احکام و فتاویٰ میں تبدیلی سے مراد یہ ہے کہ انسان کے کسی عمل کا جو حکم بیان کیا جاتا تھا، اب اس پر اس کے بجائے دوسرا حکم لگایا جائے، جیسے کسی چیز کو گذشتہ فقہاء نے اپنے اجتہاد سے حرام قرار دیا تھا، بعد کے فقہاء نے اپنے زمانہ کے حالات کے لحاظ سے اسے مباح قرار دیا ہو، یا جس کو گذشتہ اہل علم نے جائز قرار دیا تھا، فتنہ کے اندیشہ یا حالات میں تبدیلی کی وجہ سے بعد کے اربابِ افتاء نے اس کو ناجائز قرار دیا ہو، قرن اول ہی سے اس کی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں اگر بہن بھائیوں کی شادی حرام ہوتی تو نسل انسانی کا سلسلہ کیسے چلتا؟ اس لئے ایک جنم میں پیدا ہونے والے بچوں کی شادی دوسری پیدائش میں ہونے والے بچوں سے کی گئی جو کہ حقیقی بہن بھائی تھے مگر جب ضرورت باقی نہ رہی تو اسے حرام قرار دے دیا گیا۔

جن مسائل و فتاویٰ کی بنیاد قیاس و اجتہاد، عرف و رواج یا کسی خاص زمانے کی مصلحت پر ہو، ان میں تبدیلی ہو سکتی ہے؛ بلکہ بعض حالات میں واجب ہو جاتی ہے، سلف صالحین کا ہمیشہ سے اس پر عمل رہا ہے، علامہ ابن عابدین شامیؒ، علامہ ابو اسحاق شاطبیؒ، علامہ قرافیؒ اور علامہ ابن قیم حنبلیؒ جیسے عبقری علماء نے اس کی صراحت کی ہے۔

حالات و مکان کی بنیاد پر مسائل کے احکام و فتاویٰ میں تبدیلی کی ضرورت پیش آنے کے بنیادی اسباب ''عرف و عادت میں تبدیلی، اخلاقی قدروں کا انحطاط، جدید آلات و وسائل کی پیدائش، مقام، جیسے مسلم اور غیر مسلم ممالک کا فرق، اقتصادی اور سیاسی نظام میں تبدیلی، وغیرہ'' ہیں، جن کی وجہ سے فتاویٰ میں تبدیلی کی نوبت آتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن و حدیث میں نسخ کی بحث پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ احوال و مکان کی بنیاد شرعی احکام میں تبدیلی کی بنیادیں خود قرآن واحادیث نے رکھی ہیں جیسے تندرست و بیمار کے لئے نماز روزے کے احکام میں تبدیلی کا ہونا، صاحب حیثیت اور مال دار ہونے کی حالت میں زکوۃ وحج کا حکم اور نہ ہونے کی صورت میں ساقط ہو جانا، حالتِ اکراہ میں ایمان کے لئے اقرار باللسان کا بھی ساقط ہو جانا۔ چنانچہ شریعت کے بنیادی احکام کے اٹل ہونے کے باوجود حالات کی تبدیلی سے ان کا بدلنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ شرعی مسائل میں جمودِ محض نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی نبویؐ منہج کے مطابق عمل پیرا رہے اور حالات کے موافق شرعی مسائل کا خیال رکھتے رہے، حضرت ابو بکر صدیق کا قرآن مجید جمع کروانا، شراب کی حد کا تعین، حضرت عمر فاروق کا اہل کتاب سے نکاح کو منع کر دینا، مصارفِ زکوۃ سے مؤلفۃالقلوب کو ساقط کر دینا، خواتین کو مسجد میں آنے سے منع کر دینا، اسی رعایت کی مثالیں ہیں۔ حضرت عثمان کے دور میں جمعہ کی ایک اذان کا اضافہ ہونا، نیز وصولی زکوۃ میں تبدیلی اسی نبوی منہج کا اثر ہے۔ سیدنا علی کا خاص حالات میں بنی تغلب کے اہل کتاب کے ذبیحہ سے روکنا، شرابی کی سزا کو اسّی کوڑے کر دینا جو کہ پہلے چالیس کوڑے تھی۔ صحابہ کرام کے اس اجتماعی طرز عمل سے احوال و مکان کی بنیاد پر احکام میں تبدیلی سے مسائل کی تبدیلی کا پتہ چلتا ہے۔

شریعت اسلامی میں اجتہاد پر منحصر احکامات کی بنیاد بعض اوقات وقتی حالات، رواجات اور موجودہ (جدید) آلات و وسائل پر ہوتی ہے، اس لئے اس بنیاد پر دیئے گئے فتاویٰ پر بدلتے ہوئے حالات واقعات کا اثر ضرور پڑتا ہے، اسلامی قانون میں بعض حصوں کا ہمیشہ اپنی حالت پر قائم رہنا جہاں اس کو استحکام اور عدل و انصاف قائم کرنے کی صلاحیت فراہم کرتا ہے تو دوسری طرف فقہ و فتاویٰ میں اپنے عہد کی تبدیلیوں کو قبول کرنے کی صلاحیت اس کو ہر عہد میں قابل عمل بنائے رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

دسمبر 1989ء میں اسلامی فقہ اکیڈمی، انڈیا کے زیر اہتمام دوسرے فقہی سیمینار سے ’’تغیر پذیر حاالات میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت‘ کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے مفتی محمد رفیع عثمانی □ نے اپنے والد مفتی محمد شفیعؒ (متوفی1976ء) کے حوالے سے فرمایا:

''ایسے اجتماعی مسائل جو پوری امت کو درپیش ہیں یا ملک کے تمام مسلمانوں کو درپیش ہیں ان میں انفرادی فتاویٰ نہ دیئے جائیں۔ ان میں باہمی مشورہ ضروری ہے۔ اور تمام اکابر علماء کا یہی طریقہ رہا ہے۔ چناچہ پاکستان میں بھی حضرت والد ماجدؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ (متوفی 1977ء) نے ایک مجلس قائم کرر کھی تھی جو آج بھی ''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' کے نام سے موجود ہے۔ اس مجلس کی طرف سے کئی ایک رسائل شائع ہوئے 'ایک ایک مسئلہ پر بعض اوقات دو دو سال تحقیق ہوتی رہی ہے۔''[1]

فقہائے کرام کی عبارات میں یہ بات مشہور ہے کہ زمانے کی تبدیلی سے احکام بدل جاتے ہیں، جیسا کہ "مجلة الاحكام العدلية" میں قواعدِ فقہیہ کے ضمن میں بھی قاعدہ نمبر 39 یہ بیان کیا گیا ہے:"لا ينكر تغير الأحكام بتغير الأزمان" یعنی زمانے کی تبدیلی سے شرعی احکام میں تبدیلی کا رونما ہونا ایسی بات ہے کہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا"[2] لیکن اسی "المجلۃ" کے شارحین نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں کہ زمانے کی تبدیلی سے شریعت کے تمام احکامات بدل جائیں، جیسا کہ اس دور کے کچھ اباحت پسند لوگوں کا خیال ہے، بلکہ اس قاعدہ سے صرف یہ مراد ہے کہ زمانہ کے تغیّر سے چند احکام تبدیل ہو جاتے ہیں، اور یہ تبدیلی مندرجہ ذیل چار صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں ہوتی ہے:

1۔ کوئی حکمِ شرعی کسی علت پر مبنی تھا، لہذا جب زمانے کی تبدیلی سے وہ علت ختم ہو گئی تو اس کے ختم ہونے کی بناء پر وہ حکم بھی تبدیل ہو گیا۔

2۔ کوئی حکمِ شرعی کسی عرف وعادت پر مبنی تھا، جب وہ عرف یا عادت بدل گیا تو حکم بھی بدل جائے گا، اور درحقیقت یہ صورت بھی پہلی صورت کی طرف لوٹتی ہے، کیوں کہ عرف کی تبدیلی سے حکم کی تبدیلی تب ہی ہوگی جب گزشتہ حکم کی علت، عرف پر مبنی ہو۔

3۔ کبھی کوئی حکمِ شریعت، شدید ضرورت یا عمومِ بلویٰ کی وجہ سے تبدیل ہو جاتا ہے، اور یہ تبدیلی صرف بقدرِ ضرورت ہوتی ہے۔

4۔ کبھی کوئی حکمِ شرعی، سدِّ ذرائع کی وجہ سے تبدیل ہو جاتا ہے، یعنی وہ کام اپنی ذات کے اعتبار سے تو جائز تھا لیکن اس سے اس لئے منع کر دیا گیا کہ وہ کام کسی ممنوع امر تک پہنچانے کا سبب بن سکتا ہے، اسے سدِّ ذرائع کہتے ہیں۔

اب ہم یہاں ان چار صورتوں کو قدرے تفصیل کے ساتھ بالترتیب بیان کرتے ہیں:

(۱)علّت کی تبدیلی سے حکم کی تبدیلی

فقہائے کرام کے یہاں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ احکامِ شریعت کا دار و مدار وجود اور عدم کے اعتبار سے علت پر ہوتا ہے، اگر علت پائی جائے گی تو حکم بھی ثابت ہوگا اور اگر علت نہ پائی جائے تو حکم بھی ختم ہو جائے گا۔ پھر کبھی حکم کی علت ایسی دائمی ہوتی ہے کہ کبھی ختم نہیں ہوتی، ایسی صورت میں زمانے کی تبدیلی سے حکم کبھی تبدیل نہیں ہوگا، جیسے زنا، چوری، شراب اور حالتِ اضطرار کے علاوہ خنزیر کھانے کی حرمت، ان احکام کی علتیں ایسی دائمی ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوں گی، البتہ کبھی حکم کی علت، عارضی ہوتی ہے، تغیر و تبدیلی کے قابل ہوتی ہے، اس صورت میں حکم بھی علت کی تبدیلی سے بدل جائے گا۔

وہ علت جس پر احکامِ شریعت کا دار و مدار ہوتا ہے، اس کی کئی قسمیں ہیں:

(1) کبھی تو علت، قرآنِ حکیم میں منصوص ہوتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ"[3]

"پھر تم میں سے جو بیمار ہو، یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے"

اس آیت میں روزے کی قضا کا حکم ذکر کیا گیا ہے اور اس کی علت نص میں بیان کر دی گئی ہے کہ وہ بیماری یا سفر ہے۔ یہاں علت، کلام اللہ میں منصوص ہے، جو ثبوت کے اعتبار سے علت کی تمام اقسام سے قوی تر ہوتی ہے، لہذا اس حکم کا قطعی طور پر مدار اس علت پر ہوگا۔

2۔ کبھی تو علت، احادیثِ مبارکہ میں بیان کی گئی ہوتی ہے، جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے بلی کے جھوٹے کے ناپاک نہ ہونے کی علت یہ بیان فرمائی: " انها من االطوافين عليكم و الطوافات"[4]" یہ بلی، تمہارے پاس آنے جانے والے جانوروں میں سے ہے"

ایسی علت جو حدیث میں منصوص ہو وہ ثبوت کے اعتبار سے دوسرے درجے میں ہے، لہذا اس پر بھی حکم کا دار و مدار وجوباً ہوگا، لیکن چونکہ خبرِ واحد ظنی ہوتی ہے اس لئے ایسی حدیث سے ثابت ہونے والی علت بھی ظنی ہوگی، قطعی نہیں ہوگی۔

(3) کبھی علت ،قران و حدیث میں منصوص نہیں ہوتی بلکہ فقہائے کرام دلائلِ شرعیہ سے اس کو مستنبط کرتے ہیں۔اس کی پھر دو قسمیں ہیں: 1۔وہ علت جسے فقہائے کرام نے صریح الفاظ میں ذکر کیا ہو، جیسے حنفیہ کے ہاں ربا الفضل کی حرمت کی علت قدر و جنس اور شافعیہ کے ہاں طعمیت وثمنیت ہے۔2۔ وہ علت جسے فقہاء نے صریح الفاظ میں ذکر تو نہیں کیا لیکن ان کے کلام سے اشارۃً مفہوم ہوتی ہے۔اس کی مثال وہ ہے جو فقہاء نے ذکر کی ہے کہ اس شخص پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے جو کسی طوطے سے آیتِ سجدہ کو سنے۔[5]اب فقہاء کرام کے کلام سے یہ بات اشارۃً اخذ کی گئی ہے کہ سجدہ تلاوت کے واجب ہونے کی علت کسی انسان کا بالفعل آیتِ سجدہ کو تلاوت کرنا ہے اور چوں کہ طوطے کی آواز انسان کی تلاوت نہیں،اس لئے اس سے سجدہ واجب نہیں ہوگا۔اسی علت سے یہ مسئلہ بھی مستخرج کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص آیتِ سجدہ ٹیپ ریکارڈر یا سی ڈی یا کمپیوٹر سے سنے تو اس پر بھی سجدہ واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ انسان کی بالفعل تلاوت نہیں ہے۔

(ب)عرف کی تبدیلی سے حکم کی تبدیلی

کبھی کسی حکم کی علت، عرف پر مبنی ہوتی ہے،تو جب بھی عرف میں تبدیلی رونما ہوگی حکم میں بھی تبدیلی آئے گی۔اسی بناء پر " مجلة الاحكام العدلية" میں قاعدہ نمبر 36 کے تحت اس کو بیان کیا گیا ہے کہ:"العادة محكمة"یعنی عرف وعادت کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔[6]

عرف کا لفظ لغت میں معرفت سے ماخوذ ہے، نیز یہ معروف عادت کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے،۔امام نسفیؒ اپنی کتاب " المستصفی "میں لکھتے ہیں:"عرف وعادت وہ ہے جو قضایا عقلیہ کے لحاظ سے دلوں میں استقرار پکڑے اور طبائعِ سلیمہ اس کو قبول کرلیں"[7]

پھر عرف اگر مخصوص جماعت یا شہروں اور علاقوں تک محدود رہے تو اسے عرفِ خاص کہتے ہیں،اور اگر عرف، تمام لوگوں اور تمام علاقوں کے لئے عام ہو جائے تو اس کو عرفِ عام کہتے ہیں۔ پھر عرف کی دو قسمیں ہیں ،1۔ عرفِ لفظی 2۔ عرفِ عملی،اسے تعامل بھی کہتے ہیں۔ عرفِ لفظی کہتے ہیں کہ کسی لفظ یا کلام کو ایسے مخصوص معنی میں استعمال کیا جائے جو بسا اوقات اس کے لغوی معنیٰ سے مختلف ہوتا ہے،اور جب اس لغوی اور عرفی معنیٰ میں تعارض آجائے تو عرفی معنیٰ کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اگر کسی نص میں کوئی کلمہ اپنے اس عرفی معنیٰ میں وارد ہوا ہو جو نص کے نزول کے وقت معروف تھا تو اس صورت میں حکم اسی معنی عرفی تک محدود رہے گا، لہذا اگر بعد کے زمانے میں اس کا عرفی معنیٰ تبدیل ہو گیا تو نص اس کو شامل نہیں ہو گی، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی فقیہ اس معنیٰ عرفی کے مطابق فتویٰ دیتا ہے جو اس کے زمانہ میں تبدیل ہو چکا ہے تو ظاہرِ نص کو دیکھنے والا شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس فقیہ نے تو نص کے خلاف فتویٰ دیا ہے یا نص کو عف کی بناء پر ترک کر دیا ہے، حالاں کہ ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا، بلکہ اس نے صرف ایسی صورت کا حکم بیان کیا ہوتا ہے جس کو نص شامل ہی نہیں ہوتی۔

اس کی مثال حدیثِ عبد اللہ ن عباس ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" لا یحل الرقبیٰ و لا العمریٰ،فمن اعمر شیئا فھو له،ومن ارقب شیئا فھو له"[8]

"رقبیٰ اور عمریٰ واپس لینا جائز نہیں، لہذا جسے بطورِ عمریٰ کوئی چیز دی جائے تو وہ اسی کی ہو گی،اور جسے بطورِ رقبیٰ کوئی چیز دی جائے تو وہ اسی کی ہو گی"

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرا گھر تیرے لئے رقبیٰ ہے تو یہ ہبہ فوری طور پر مکمل ہو گا اور وہ گھر ہمیشہ کے لئے اس کی ملکیت میں ہو جائے گا جسے ہبہ کیا گیا، جبکہ ہبہ کی معروف شرائط پائی جائیں،اسی لئے جمہور ائمہ کرام کہتے ہیں کہ رقبیٰ بھی عمریٰ کی طرح ہے،اور یہ ہبہ بھی درست ہو گا۔ جب کہ امام ابو حنیفہؒ کے یہاں رقبیٰ باطل ہے، یعنی اس کا کلام غیر مؤثر ہے، وہ مکان بدستور رقبیٰ کرنے والے کی ہی ملکیت میں رہے گا۔

اب اس فتویٰ کی ظاہری عبارت سے یہی لگتا ہے کہ امام صاحبؒ نے نص کی مخالفت کی ہے، حالانکہ امام صاحبؒ نے جس رقبیٰ کو باطل قرار دیا ہے وہ اس رقبیٰ سے بالکل جداگانہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے بطورِ ہبہ نافذ کیا تھا، اس لئے کہ حضور ﷺ کے عہدِ مبارک میں رقبیٰ کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ جو فوری عمل میں آنے والا ہبہ ہے، صرف شرط کے ساتھ کہ اگر موہوب لہٗ، واہب سے پہلے مر گیا تو ہبہ شدہ مکان واہب کو واپس کر دیا جائے گا، اس صورت میں یہ واپسی کی شرط باطل ہو جائے گی، کیوں کہ ہبہ تو شروطِ فاسدہ کی وجہ سے باطل نہیں ہوتا، بلکہ خود شرط باطل ہو جایا کرتی ہے، اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کو رقبیٰ کے طور پر کوئی چیز دیا گیا ہو تو وہ اسی کی ہو گی۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے جس رقبیٰ کو باطل کہا ہے، اس سے مراد وہ ہبہ ہے جس کو واہب کی موت سے معلق کر دیا گیا ہو، حالانکہ ہبہ تو تعلیق کو قبول نہیں کرتا، بلکہ وہ تو فوری نافذ ہوتا ہے، اس لئے آپ نے اسے باطل قرار دیا۔

عرفِ عملی وہ ہے جسے کبھی تعامل اور عادت کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ بھی بعض احکام کی تبدیلی میں مؤثر ہوتا ہے، لیکن شریعتِ مطہرہ میں ہر تعامل معتبر نہیں ہوتا۔ چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ لکھتے ہیں: "جب عرف کسی شرعی دلیل کے خلاف ہو تو اگر یہ مخالفت مکمل طور پر ہو اس طرح سے کہ اس عرف سے نص کو ترک کرنا لازم آتا ہو تو ایسے عرف کے مردود ہونے میں کوئی شبہ نہیں، جیسے لوگوں کے یہاں بہت سی حرام اشیاء مثلاً سود خوری، شراب نوشی، ریشم اور سونے کا پہننا وغیرہ جن کا لوگوں کے ہاں عرف بن جائے جن کی حرمت پر صراحۃً نص وارد ہوئی ہے، اور اگر عرف مکمل طور پر نص کے مخالف نہ ہو، اس طرح سے کہ دلیل عام آئی ہو اور عرف اس کے بعض افراد میں اس کے مخالف ہو، یا دلیل ہی قیاس پر مبنی ہو، تو ایسی صورت میں اگر عرفِ عام ہو گا تو اس کا اعتبار کیا جائے، کیوں کہ عرفِ عام حکم میں تخصیص کی صلاحیت رکھتا ہے، اور ایسے عرف کی بناء پر قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا، جیسا کہ فقہاء نے استصناع، حمام میں نہانا اور ماشکی سے پانی پینا اور دیگر مسائل کی صراحت کی ہے"۔[9]

(ج) حاجت و ضرورت کی بناء پر حکم میں تبدیلی

شریعتِ مطہرہ کے بعض احکام میں تبدیلی کا تیسرا سبب، حاجت و ضرورت بھی ہے، اس سبب کے شرعاً معتبر ہونے کے دلائل و مآخذ درجِ ذیل آیاتِ کریمہ ہیں:

(1) إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ[10]

" اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے"

(2) لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ[11]

"اللہ تعالیٰ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے کمایا"

(3) فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ[12]

"پھر جو شخص بھوک کی کسی صورت میں مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ کسی گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے"

(4) قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ[13]

"آپ کہہ دیجئے کہ میں اس وحی میں، جو میری طرف کی گئی ہے، کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا جسے وہ کھائے، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ بیشک وہ گندگی ہے، یا نافرمانی ہو، جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو بیشک تیرا رب بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے"

(5)وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ[14]

" اور تمھیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے، حالانکہ یقیناً اس نے تمھارے لیے وہ چیزیں کھول کر بیان کر دی ہیں جو اس نے تم پر حرام کی ہیں، مگر جس کی طرف تم مجبور کر دیے جاؤ اور بے شک بہت سے لوگ اپنی خواہشوں کے ساتھ کچھ جانے بغیر یقیناً گمراہ کرتے ہیں، بے شک تیرا رب ہی حد سے بڑھنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے"

(6)وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ[15]

"اور اس نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی"

(7) فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ[16]

"اللہ تعالیٰ سے ڈرو جتنی تم طاقت رکھو اور سنو اور حکم مانو اور خرچ کرو، یہ تمھارے اپنے لیے بہتر ہو گا"

ان آیاتِ مبارکہ کی بنیاد پر شریعتِ مطہرہ نے بہت سے فقہی احکام میں حاجت و ضرورت کا اعتبار کیا ہے، یہاں تک کہ اسی بناء پر بعض قطعی حرام شدہ اشیاء کو بھی بقدرِ ضرورت استعمال کرنے کی رخصت دی ہے۔ لیکن یہاں حاجت و ضرورت کے ان مراتب کا جاننا ضروری ہے جنہیں فقہائے کرام نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔ چناں چہ علامہ حمویؒ نے "غمز عيون البصائر في شرح الاشباه والنظائر" میں اس کے پانچ مراتب بیان کئے ہیں، وہ لکھتے ہیں:" في فتح القدير هاهنا خمسة مراتب ضرورة وحاجة ومنفعة وزينة وفضول.فالضرورة بلوغه حدا إن لم يتناول الممنوع هلك إذا قاربه، وهذا يبيح تناول الحرام.والحاجة كالجائع الذي لو لم يجد ما يأكله لم يهلك غير أنه يكون في جهد ومشقة وهذا لا يبيح الحرام، ويبيح الفطر في الصوم.والمنفعة كالذي يشتهي خبز البر، ولحم الغنم والطعام الدسم والزينة كالمشتهي الحلوى والسكر، والمفضول التوسع بأكل الحرام والشبهة"[17]

"فتح القدیر میں اس کے پانچ مراتب ذکر کئے گئے ہیں، ضرورت، حاجت، منفعت،، زینت اور فضول۔ ضرورت یہ ہے کہ کسی شخص کا اس حد تک پہنچ جانا کہا گر وہ ممنوع چیز کا استعمال نہیں کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا یا ہلاکت کے قریب پہنچ جائے گا، یہ ضرورت، حرام کے استعمال کو بھی جائز کر دیتی ہے، اور حاجت کی مثال یہ ہے کہ اگر بھوکے کو کھانے کی کوئی چیز نہ ملے تو وہ ہلاک تو نہیں ہو گا لیکن اسے شدید تکلیف اور مشقت کا سامنا کرنا پڑے گا، یہ حاجت، حرام کو تو مباح نہیں کرتی، البتہ اس سے روزے میں افطار مباح ہو جاتا ہے۔ منفعت کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص گندم کی روٹی، بکرے کا گوشت اور تیل میں پکے ہوئے سالن کے کھانے کی خواہش کرے، اور زینت کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو میٹھی اور لذیذ چیزوں کے کھانے کی خواہش ہو، اور فضول سے مراد یہ ہے کہ حرام یا مشتبہ چیزوں کے کھانے میں توسع سے کام لینا"۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ احکام کی تبدیلی میں صرف پہلے دو مراتب، ضرورت اور حاجت، مؤثر ہوتے ہیں، لیکن باقی تین مراتب، منفعت، زینت اور فضول، احکام کی تبدیلی میں مؤثر نہیں ہوتے۔ لہذا ہم ان دونوں مراتب کی کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں:۔

ضرورت کی تعریف

امام ابو بکر الجصاصؒ نے ان الفاظ میں ضرورت کی تعریف کی ہے:"والضرورة هي خوف الضرر بترك الأكل إما على نفسه أو على عضو من أعضائه"[18]

یعنی ضرورت یہ ہے کہ نہ کھانے کی وجہ سے جان چلی جانے کا خوف ہو یا اپنے کسی عضو کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو"۔

پھر ضرورت کے ثابت ہونے کے لئے مندرجہ ذیل امور کا پایا جانا ضروری ہے:

1۔جان چلی جانے یا عضو کے ضائع ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔

2۔ضرورت عملی طور پر موجود ہو،ایسا نہ ہو کہ صرف آئندہ پائے جانے کا امکان یا احتمال ہو۔

3۔ضرر کو اپنے آپ سے دور کرنے کا کوئی جائز طریقہ اور ذریعہ مہیا نہ ہو،اور مبتلیٰ بہ شخص کا غالب گمان یہ ہو کہ بعض محرمات کو اختیار کر کے اس ضرر کو دور کرنا متوقع ہو۔

4۔کسی امرِ حرام کے ارتکاب کے نتیجہ میں کوئی دوسرا اتنا بڑا ضرر لازم نہ آتا ہو جتنے بڑے ضرر سے بچنے کے لئے اس نے حرام کا ارتکاب کیا ہے۔

حاجت کی تعریف

حاجت ایسے داعیہ اور تقاضے کا نام ہے کہ اگر اس کو پورا نہ کیا جائے تو اس کے نتیجہ میں حرج، تنگی، تکلیف اور مشقت لازم آئے، اگرچہ یہ حرج اور تکلیف، انسانی جان کے ضیاع یا عضو کے تلف ہونے تک متعدی نہ ہو۔ پھر حاجت کی دو قسمیں ہیں:

1۔عام حاجت 2۔خاص حاجت، عام حاجت وہ ہے جس کی ضرورت تمام یا اکثر لوگوں کو پیش آئے۔اور خاص حاجت وہ ہے کہ جس کی ضرورت مخصوص جماعت یا متعین شہر کے لوگوں کو ہو یا متعین صنعت وپیشہ کے لوگ یا ایک یا دو افراد جس کے محتاج ہوں۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ حاجت عام ہو یا خاص ہو احکامِ شرعیہ کی تبدیلی میں اور سہولت و آسانی کے حصول کے سلسلہ میں اسی طرح مؤثر ہوتی ہے جس طرح ضرورت ،مؤثر ہوتی ہے۔لیکن امرِ محقق یہ ہے کہ حاجت، صرف دو صورتوں میں احکامِ شرعی کی تبدیلی میں مؤثر ہوتی ہے:

1۔ خود نصوصِ شرعیہ نے اس حاجت کو صراحۃً معتبر قرار دیا ہو۔ جیسے بیع سلم کا جواز ہے، اب بیع سلم ایک معدوم چیز کی بیع کا نام ہے، لیکن لوگوں کی حاجت براری کی خاطر اس کو جائز قرار دیا گیا ہے، قرآنِ حکیم نے خود آیتِ مداینہ میں اس کی تصریح کی ہے، نیز

سنتِ رسول ﷺ میں بھی اس کی صراحت موجود ہے۔[19]

اسی طرح حالتِ جنگ اور بیماری کی صورت میں ریشم پہننے کی اباحت اور اس کی تصریح حدیثِ رسول ﷺ میں موجود ہے۔[20]

2۔ جہاں اصل حکم محتمل ہو، قرآن وسنّت میں اس کی تصریح نہ آئی ہو یا وہ حکم مجتہد فیہ ہو تو ایسی صورت میں حاجت کے مواقع پر اباحت اور جواز کو ترجیح دی جائے گی۔ اس کی مثال عورت کا اپنا چہرہ کھولنا ہے، اب یہ اصل کے اعتبار سے تو ناجائز ہے، لیکن یہ اصل حکم ایسی نصوص پر مبنی ہے کہ جو محتمل المعانی ہے اس طرح سے کہ وہ نصوص اس بارے میں صریح نہیں ہیں، اس لئے یہ مسئل مجتہد فیہ ہو گیا، بعض فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے، اگرچہ اس کو جائز کہنا حقیقتِ واقعہ کے اعتبار سے مرجوح ہے، لیکن حاجت کے مواقع پر اس کے جواز کو ترجیح دی جائے گی۔ جیسے فقہاءِ احناف نے ادائیگی شہادت کے وقت عورت کے لئے چہرہ کھولنے کو جائز قرار دیا ہے۔[21]

(د) سدِّ ذرائع کی بناء پر حکم میں تبدیلی

شرعی احکام میں تبدیلی کی چوتھی صورت، سدِّ ذرائع ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کام اپنے اصل کے اعتبار سے مباح اور جائز ہوتا ہے، لیکن چونکہ وہ کسی ممنوع کام کا ذریعہ بن رہا ہوتا ہے اس لئے اس سے روک دیا جاتا ہے۔ اب یہ ذریعہ بننا کبھی ایک زمانہ میں زیادہ قوی ہوتا ہے اور دوسرے زمانہ میں اس کا اس قدر احتمال نہیں ہوتا، لہذا اس بناء پر زمانہ کی تبدیلی سے احکام میں تبدیلی رونما ہو جاتی ہے۔

"ذریعہ" کا مفہوم

لغت میں ذریعہ کا معنی ہے وسیلہ، اور وسیلہ کہتے ہیں اس چیز کو جس کے ذریعہ دوسری چیز تک پہنچا جا سکے۔

امام قرطبیؒ نے "ذریعہ" کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے: "الذريعة عبارة عن امرغير ممنوع فی نفسه يخاف من ارتكابه الوقوع فی ممنوع"[22]

یعنی زریعہ ایسے کام کو کہتے ہیں جو اپنی ذات کے اعتبار سے تو ممنوع نہ ہو لیکن اس کے ارتکاب سے کسی ممنوع امر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو"

اس سدّ ِذرائع کا ماخذ اور دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:" وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ"[23]

"اور تم انھیں گالی نہ دو جنھیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، پس وہ زیادتی کرتے ہوئے کچھ جانے بغیر اللہ کو گالی دیں گے"

اب اس میں کوئی شک نہیں کہ بتوں کو سب و شتم کرنا اپنی ذات کے اعتبار سے ممنوع نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی منع فرمادیا، کیوں کہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مشرکین اپنے مزعومہ معبودوں کو برا بھلا کہنے کے جواب میں اللہ تعالیٰ کو بھی سب و شتم کریں گے۔

ذرائع کی اقسام

پھر ذرائع کی دو قسمیں ہیں:

1۔وہ ذرائع جنہیں خود شارع نے نصوصِ شرعیہ میں سے کسی نص کے ذریعہ روک دیا ہو، جیسے مذکورہ آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بتّوں کو بُرا بھلا کہنے سے روک دیا ہے،اسی طرح حضورِ اکرم ﷺ نے ربا الفضل سے اس لئے منع کردیا کہ وہ ربا القرض کا ذریعہ بنتا ہے۔

2۔وہ ذرائع جن سے روکنا خود شارع سے تو ثابت نہیں، لیکن جس ممنوع امر تک یہ ذرائع پہنچاتے ہیں وہ شریعت سے ثابت ہے۔

ذرائع کی اس قسم کے بارے میں امکان ہے کہ زمانہ کے حالات کے بدلنے سے اس کے حکم میں تبدیلی ہو جائے۔اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کتابیہ عورت سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے، چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:" الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ"[24]

"آج تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور ان لوگوں کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے جنھیں کتاب دی گئی اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور مومن عورتوں میں سے پاک دامن عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، جب تم انھیں ان کے مہر دے دو، اس حال میں کہ تم قیدِ نکاح میں لانے والے ہو، بدکاری کرنے والے نہ ہو اور نہ چھپ کے آشنائی کرنے نے والے"

اب قرآنِ مجید کی اس نص کی وجہ سے کتابیہ سے نکاح کرنا فی نفسہ جائز ہے، بلکہ قرآن نے اسے مکروہ بھی قرار نہیں دیا، لیکن سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اپنے دورِ خلافت میں دیکھا کہ اس کی وجہ سے بہت سے مفاسد پیدا ہو رہے ہیں تو آپ نے لوگوں کو اس سے روک دیا، یہاں تک کہ حضرت حذیفہ بن الیمان کو حکم دیا کہ اپنی یہودی عورت کو طلاق دیدو۔

امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ نے "کتاب الآثار" میں حضرت حذیفہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے مدائن میں ایک یہودی عورت سے شادی کر لی تھی، اس پر حضرت عمر نے انہیں لکھا کہ اس کو اپنے نکاح سے آزاد کر دو، تو حضرت حذیفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھا کہ: "احرام هی یا امیر المؤمنین" یعنی امیر المؤمنین! کیا یہ میرے لئے حرام ہے؟ تو حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا: "اعزم علیک ان لا تضع کتابی هذاحتّی تخلی سبیلها، فانی اخاف ان یقتدیک المسلمون، فیختاروا نساء اهل الذمةلجمالهن، و کفیٰ بذلک فتنةلنساء المسلمین" یعنی میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ میرا مکتوب رکھنے سے پہلے اس عورت کو علیحدہ کر دو، کیوں کہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ مسلمان تمہاری پیروی کریں گے اور اہل الذمہ کی عورتوں کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے پسند کریں گے اور یہ بات مسلمانوں کی عورتوں کو فتنے میں مبتلا کرنے کے لئے کافی ہے"

اس کے بعد امام محمدؒ فرماتے ہیں: "ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں کہ ہم اس کو حرام نہیں سمجھتے، لیکن ہماری رائے میں مسلمان عورت کو کتابی عورت پر ترجیح دینا بہتر ہے، یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے"[25]

دیگر تمام ائمہ کرام بھی یہی فرماتے ہیں کہ کتابیہ کی بجائے مسلمان عورت کو ترجیح دینی چاہیے، اب کتابیہ سے نکاح کے جواز کا جو حکم قرآن کی نص سے بلا کراہت کے ثابت ہو رہا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور چاروں ائمہ متبوعین نے سدِ ذرائع کی وجہ سے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی اس وقت یہی طرزِ تعبیر اختیار فرمایا جب آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے سے منع فرمایا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا تھا: "فلا آذن، ثم لاآذن، ثم لاآذن الّا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنته، فانما هی بضعة منی، یریبنی ما ارابها، و یؤذینی ما آذاها"[26]

"تو میں اجازت نہیں دیتا، پھر میں اجازت نہیں دیتا، پھر میں اجازت نہیں دیتا، ہاں اگر ابو طالب کا بیٹا میری بیٹی کو طلاق دے کر اس کی بیٹی سے نکاح کر لے تو ٹھیک ہے، میری بیٹی تو میرے جگر گوشہ ہے، جو چیز اسے تشویش میں ڈالتی ہے وہی مجھے بھی تشویش میں ڈالتی ہے اور جو چیز اسے تکلیف دیتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے"

اسی روایت میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "وانی لست احرم حلالاً و لا احل حراماًو لکن والله لا تجتمع بنت رسول الله ﷺ و بنت عدو الله ابداً"[27]

"میں کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار نہیں دے رہا، لیکن خدا کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی اور خدا کے دشمن کی بیٹی کبھی جمع نہیں ہو سکتی"

آں حضور ﷺ نے اس بات کی صراحت فرمادی کہ یہ نکاح فی نفسہ حرام نہیں ہے، لیکن اس کے نتیجہ میں ایک بڑے ممنوع امر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب ابو جہل کی بیٹی، حضرت فاطمہ کی سوکن بنے گی تو ان کو تکلیف پہنچے گی اور اس تکلیف کی وجہ سے حضور ﷺ کو بھی تکلیف پہنچے گی، اس بناء پر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے منع فرمایا۔

حوالہ جات وحواشی

---

[1] عثمانی، محمد رفیع، مفتی۔ جدید فقہی مباحث، دارالاشاعت، ایم اے جناح روڈ کراچی۔ 2/31-32

ʿUthmānī, Muḥammad Rafīʿ, Muftī. Jadīd Fiqhī Mabāḥith, Dār al-Ishāʿat, M.A. Jinnah Road Karachi. 2:31-32.

[2] لجنۃ العلماء، مجلۃ الاحکام العدلیۃ، نور محمد، کارخانہ تجارتِ کتب، آرام باغ کراچی، 20/1

Lajnat al-ʿUlamāʾ, Majallah al-Aḥkām al-ʿAdliyyah, Nūr Muḥammad, Kārkhanah Tajārat-i Kutub, Ārām Bāgh Karachi, 1/20.

[3] البقرۃ: 184

Al-Baqarah: 184

[4] أبو داود، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب سؤر الھرۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 28/1

Abū Dāwūd, Sulaymān ibn Ashʿath, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Ṭahārah, Bāb Suʾr al-Ḥurrah, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt. 1/28

[5] لجنۃ من العلماء، الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 146/1

Lajnat min al-ʿUlamāʾ, Al-Fatāwá al-Hindīyah, Kitāb al-Ṣalāh, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, 1/146.

[6] لجنۃ العلماء، مجلۃ الاحکام العدلیۃ، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی، 20/1

Lajnat al-ʿUlamāʾ, Majallah al-Aḥkām al-ʿAdliyyah, Nūr Muḥammad Kārkhanah Tajārat Kutub, Ārām Bāgh Karachi, 1/20.

[7] النسفی، عبداللہ بن احمد، المستصفی من المستوفی، مرکز البحوث الاسلامی، مردان، 425/1

Al-Nasafī, ʿAbd Allāh ibn Aḥmad, Al-Mustasfá min al-Mustawfá, Markaz al-Buḥūth al-Islāmī, Mardān, 1/425.

[8] النسائی، احمد بن شعیب، ابو عبدالرحمن، سنن النسائی، کتاب العمری، ذکر اختلاف الناقلین، 610،611/2

Al-Nasāʾī, Aḥmad ibn Shuʿayb, Abū ʿAbd al-Raḥmān, Sunan al-Nasāʾī, Kitāb al-ʿUmrah, Dhikr Ikhtilāf al-Nāqilīn, 2/610-611.

[9] ابن عابدین، محمد امین بن عمر، الدمشقی، مجموعہ رسائل ابن عابدین، نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف، مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ، 116/2

Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn ibn ʿUmar, al-Dimashqī, Majmūʿat Rasāʾil Ibn ʿĀbidīn, Nashr al-ʿUrf fī Bunāʾ Baʿḍ al-Aḥkām ʿalā al-ʿUrf, Maktabat al-Osmaniyyah, Quetta, 2/116.

[10] البقرۃ: 172

Al Baqarah:172

[11] البقرۃ: 286

Al Baqarah:286

[12] المائدۃ: 3

Al Maida:3

[13] الانعام: 145

Al Anaam : 145

[14] الانعام: 119

Al Anaam: 119

[15] الحج: 78

Al Hajj: 78

[16] التغابن: 18

AL Taghabun: 18

17 الحموی،احمد بن محمد،ابو العباس ، (1098ھ)،غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ و النظائر،دار الکتب العلمیۃ،بیروت، 1405ھ/1985ء،1/277،276

Al-Hamawi, Ahmad bin Muhammad, Abu al-Abbas (1098 AH), Ghumz 'Uyun al-Basa'ir fi Sharh al-Ishbah wa al-Naza'ir, Dar al-Kutub al-Ilmiyah, Beirut, 1405 AH/1985 CE, 1/276-277.

18 الجصاص، احمد بن علی،ابی بکر،الرازی،احکام القرآن،داراحیاء التراث العربی، بیروت،1/160

Al-Jaṣāṣ, Aḥmad ibn ʿAlī, Abī Bakr, al-Rāzī, Aḥkām al-Qurʾān, Dār Aḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Bayrūt, 1/160.

19 البقرۃ:282

AL Baqarah :282

20 البخاری، محمد بن اسماعیل،الجعفی، صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب مایرخص للرجال من الحریر للحکۃ،7/151

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, al-Jaʿfī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Libās, Bāb Mā Yurkhṣu Lir-Rijāl Min al-Ḥarīr Lil-Ḥikmah, 7/151.

21 ابن عابدین، محمد أمین بن عمر،الدمشقی، ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی النظر واللمس،9/610

Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn ibn ʿUmar, al-Dimashqī, Radd al-Muḥtār, Kitāb al-Ḥaẓr wal-Ibāḥah, Faṣl fī al-Naẓr wal-Lams, 9/610.

22 القرطبیّ، محمد بن احمد، شمس الدین، تفسیر القرطبیّ، دار الکتب المصریۃ،القاھرہ،1374ھ،2/58،57

Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad, Shams al-Dīn, Tafsīr al-Qurṭubī, Dār al-Kutub al-Miṣrīyah, al-Qāhirah, 1374H, 2/57-58.

23 الانعام:108

AL Anaam, 106

24 المائدۃ:5

Al Maida: 5

25 الشیبانی، محمد بن حسن، کتاب الآثار للامام محمد، باب من تزوج الیھودیۃ اوالنصرانیۃ، دار النوادر، دمشق، بیروت، ص295،294

Al-Shaybānī, Muḥammad ibn Ḥasan, Kitāb al-Āthār lil-Imām Muḥammad, Bāb Man Tazawwaja ilā al-Yahūdiyyah Aw al-Naṣrāniyyah, Dār al-Nawādir, Dimashq, Bayrūt, pp. 294-295.

26 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجعفی، صحیح البخاری،کتاب ا لنکاح،باب ذب الرجل عن ابنتہ فی الغیرۃ و الانصاف،دار الکتاب العلمیۃ،بیروت،7/37(5230)

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, al-Jaʿfī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb Ḍibb al-Rajul ʿan Ibnatihi fī al-Ghayrah wal-Inṣāf, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, 7/37 (5230).

[27] مرجع سابق، کتاب فرض الخمس، باب ما ذکر من درع النبی ﷺ۔ 83/4۔
Murjarr sabiq, Kitāb Farḍ al-Khams, Bāb Mā Dhukira min Dirʿ al-Nabī 4/83.